PAKISTAN ISLAMICUS
(An International Journal of Islamic and Social Sciences)
January-March, 2025, Volume:05, Issue:01 Pages:60-69
Journal Website: https://pakistanislamicus.com/index.php/home
Publisher Website: https://www.mircpk.net

زبانِ رمز ورمزِ زبان: تصوفِ اسلامی میں فارسی اظہار کی معنویت

SYMBOLIC LANGUAGE AND THE LANGUAGE OF SYMBOL: THE SEMANTICS OF PERSIAN EXPRESSION IN ISLAMIC SUFISM

Dr Hafiz Zahid Farooq[1], Dr Hafiz Mansoor Ahmad[2], *Dr Muhammad Javed Iqbal[3]

[1] Lecturer, Department of Islamic studies, University of Kamalia, Kamalia, Punjab, Pakistan.
[2] Assistant Professor (Persian), University of Sargodha (UOS), Sargodha, Lahore, Punjab, Pakistan.
[3] Lecturer, Centre for Languages and Translation Studies, University of Gujrat, Gujrat, Punjab, Pakistan.

HEC "Y" Category
HJRS HEC Journal Recognition System

ARTICLE INFO

Article History:

Received: January 23, 2024
Revised: February 13, 2025
Accepted: February 19, 2025
Available Online: February 22, 2025

Keywords:

Persian Sufism & Islamic Mysticism
Symbolic Language & Linguistic Symbolism
Hermeneutics & Sufi Literature
Mystical Semantics
Metaphor

Funding:

This research journal (PIIJISS) doesn't receive any specific grant from any funding agency in the public, commercial, or not-for-profit sectors.

Copyrights:

Copyright Muslim Intellectuals Research Center. All Rights Reserved © 2021. This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

ABSTRACT

This study investigates the semantic richness and symbolic depth of Persian expression within the tradition of Islamic Sufism. Focusing on the intricate relationship between language and meaning, it examines how Persian Sufi discourse employs a multilayered symbolic vocabulary—often encoded in metaphor, allegory, and paradox—to articulate spiritual realities that transcend literal expression. Persian Sufi poets and thinkers such as Rumi, Attar, and Hafez developed a sophisticated symbolic lexicon in which everyday objects and natural phenomena become vessels for metaphysical insight. This symbolic mode of expression allows the ineffable dimensions of mystical experience to be communicated through aesthetically charged linguistic forms. The research adopts a linguistic–hermeneutic approach, analysing how key Sufi concepts—such as ishq (divine love), rah-e su'lūk (path of spiritual wayfaring), ḥaqīqat (ultimate reality), and fanaa' (spiritual annihilation)—gain expanded semantic fields through Persian symbolic articulation. Simultaneously, the study explores the reciprocal dynamic between language and mystical cognition: while Sufism shapes the symbolic usage of Persian, the flexibility and poetic nature of the Persian language enable Sufism to construct subtle metaphysical narratives. By situating Persian Sufi expression within broader Islamic intellectual history, the study argues that symbolic language functions not merely as stylistic ornamentation but as a hermeneutic bridge between the inner world of mystical experience and the outer realm of communicable meaning. Ultimately, this research demonstrates that the language of symbol is central to understanding the epistemology, spiritual psychology, and literary creativity of Islamic Sufism.

Corresponding Author's Email: *dr.javediqbal188@gmail.com

تصوفِ اسلامی کی فکری اور روحانی روایت میں زبانِ رمز ایک منفرد حیثیت رکھتی ہے۔ صوفیا نے اپنے تجرباتِ باطن، کیفیاتِ دل اور کشف و وجدان کی ان کیفیتوں کو بیان کرنے کے لیے ایسی زبان اختیار کی جو ظاہری الفاظ سے زیادہ باطنی اشارات کے ذریعے معنی تک پہنچاتی ہے۔ فارسی زبان، اپنی شعری لطافت، استعاراتی وسعت اور صوتی آہنگ کے باعث، اس رمزانہ اظہار کے لیے ایک غیر معمولی وسیلہ ثابت ہوئی۔

صوفی متون میں روزمرہ اشیا—شراب، ساقی، شمع، پروانہ، پھول، باغ، محبوب— محض الفاظ نہیں رہتے، بلکہ روحانی حقائق کے استعارے بن کر ایک کثیر جہتی معنیاتی دنیا روشن کرتے ہیں۔ اس مطالعے کا مقصد یہ جاننا ہے کہ فارسی اظہار تصوف کے اندر کس طرح نئی معنویت پیدا کرتا ہے، اور یہ کہ زبانِ رمز نے تصوف کی فکری تعمیر میں کیا کردار ادا کیا۔

مبحث اول: رمز بطورِ عرفانی اظہار — تصوف میں زبان کی باطنی ساخت

تصوف کی علمی و تہذیبی روایت میں رمز (symbol)، اشارہ (allusion) اور استعارہ (metaphor) محض ادبی صنعتیں نہیں بلکہ انسانی شعور کے اُن باطنی مدارج کے بیان کے وسیلے ہیں جو معمول کے بیانیہ اور ظاہری زبان کی گرفت میں نہیں آتے۔ صوفیا نے ہمیشہ اس حقیقت کو پیشِ نظر رکھا کہ حقیقتِ مطلقہ تک رسائی ایک ایسی کیفیتی واردات ہے جسے الفاظ کے وسیلے سے سیدھے طور پر منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی لیے اُن کے ہاں "دو سطحی اظہار" — ایک ظاہری (exoteric) اور ایک باطنی (esoteric) — بطورِ ایک مستقل لسانی طریق کار سامنے آتا ہے۔ فارسی عرفانی ادب میں خاص طور پر "اختصار"، "ایہام"، "اشارہ" اور "رمز" نے ایک پوری لسانی دنیا ترتیب دی جس میں معنی کے خارجی دروازے سے زیادہ داخلی سرگوشی کو اہمیت دی گئی۔ یہی سبب ہے کہ صوفیانہ بیان اکثر غیر مستقیم (indirect) discourse میں ڈھل جاتا ہے، جس کا مقصد طالبِ حقیقت کو محض اطلاع دینا نہیں بلکہ اس کی باطنی تربیت، تزکیۂ باطن اور معنوی بیداری ہے۔

اس پس منظر میں "اہلِ ظاہر" اور "اہلِ دل" کے لیے الفاظ کے مختلف معانی بن جاتے ہیں۔ ظاہر بین عام طور پر لفظ کے سطحی اور لغوی معنی پر ٹھہرتا ہے، جب کہ اہلِ دل اس کے پس پردہ نہاں حقیقت کو دریافت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیا فرماتے ہیں کہ "الفاظ قفل ہیں اور معنی اُن کی کنجیاں ہیں، مگر یہ کنجیاں ہر ہاتھ میں نہیں ہوتیں۔"

- **رمز، اشارہ اور استعاراتی کلام کا صوفیانہ پس منظر**

صوفیہ کی بنیادی دلیل یہ ہے کہ حقیقت کا جوہر لفظ کے قالب میں مکمل طور پر نہیں سما سکتا۔ اسی لیے حضرت جنید بغدادی کا مشہور قول نقل کیا جاتا ہے:

[الْإِشَارَاتُ تُفْهَمُ عَنِ الْإِشَارَاتِ]

(اشارات کو انہی (باطنی) اشارات کے ذریعے سمجھا جاتا ہے۔)

یہ قول بنیادی طور پر صوفیانہ تصورِ بیان کو واضح کرتا ہے کہ "اشارہ" بذاتِ خود ایک زبان ہے جسے صرف وہی سمجھ سکتا ہے جس میں "مشاہدہ" اور "ذوق" کا نور پیدا ہو چکا ہو۔ اسی اصول کو فارابی اور ابنِ عربی نے بھی مسلم مانا کہ عرفان کی دنیا "تشبیہ"، "استعارہ" اور "تنویر" کے بغیر قابلِ انتقال نہیں۔ ابنِ عربی "الفتوحات" میں لکھتے ہیں:

[إِنَّ لِلْحَقَائِقِ أَلْسِنَةً لَا يَفْقَهُهَا إِلَّا أَهْلُهَا][1]

(حقائق کی اپنی زبانیں ہوتی ہیں جنہیں صرف اہلِ حقیقت ہی سمجھتے ہیں۔)

- **ظاہری الفاظ اور باطنی معانی کے درمیان دو سطحی عرفانی اظہار**

امام قشیری، جو صوفی لسانیات کے قابلِ اعتماد ماخذوں میں شامل ہیں، الرسالہ القشیریہ میں "دو سطحی بیان" کی منطق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

[لِكُلِّ لَفْظٍ ظَاهِرٌ وَبَاطِنٌ، وَالْحَقِيقَةُ فِي بَاطِنِهِ][2]

(ہر لفظ کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہوتا ہے، اور حقیقت اس کے باطن ہی میں پوشیدہ ہوتی ہے۔)

یہی تصور بعد ازاں فارسی عرفانی شاعری میں اپنے کمال کو پہنچا، جہاں لفظ ایک سطح پر عام فہم اور دوسری سطح پر مخصوص "عرفانی رمز" بن جاتا ہے۔ مثال کے طور پر حافظ شیرازی کا ایک معروف شعر:

سخن عشق نہ آن است کہ آید بہ زبان
کاین اشارت ز جہان دگری باید کرد[3]

(عشق کی بات زبان پر آنے والی چیز نہیں؛ اس کی طرف اشارہ کسی اور ہی جہان سے ہوتا ہے۔)

یہ شعر صوفیانہ اشاریت کی عین ترجمانی ہے کہ عشق حقیقت کی وہ سطح ہے جسے لفظ میں سمویا نہیں جا سکتا، فقط "اشارہ" تک محدود رکھا جا سکتا ہے۔

- **فارسی صوفیانہ زبان میں اختصار، اشارہ اور ایہام کا کردار**

فارسی اہلِ فن — خصوصاً عطار، مولانا روم، شبلی، اور سنائی — رمزی زبان کو ایک تربیتی آلہ (pedagogical tool) سمجھتے تھے۔ مولانا روم "مثنوی" میں فرماتے ہیں:

ہر کسی از ظنِ خود شد یارِ من
از درونِ من نجست اسرارِ من[4]

(ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا یار بنا؛ مگر میرے باطن کے اسرار کسی نے تلاش نہ کیے۔)

یہ شعر ایہام اور دو سطحی معنی کا بہترین نمونہ ہے — کہ شاعر کی زبان کا ظاہر سب کے لیے کھلا ہے مگر باطن صرف "اہلِ دل" تک محدود ہے۔

عطار نیشاپوری بھی اسی اصول کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

سخن رمز است، آن را فہم باید
کہ جز محرومان نگیرد راہ در او[5]

(یہ رمزی کلام ہے، اس کے لیے سمجھ درکار ہے؛ محروم لوگ اس کے راستے میں داخل نہیں ہو پاتے۔)

- **باطن تک رسائی کے لیے صوفیا کا غیر مستقیم طرزِ بیان**

صوفیہ کا اصرار یہ ہے کہ براہِ راست بیان اکثر حقیقت کے حسن اور اس کی ہیبت دونوں کو مجروح کر دیتا ہے؛ اس لیے وہ "غیر مستقیم" اظہار کو اپناتے ہیں۔ امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں:

[إِنَّ الْمَعَارِفَ لَا تُلْقَى صَرِيحَةً، بَلْ تُجْعَلُ فِي قَوَالِبِ الرُّمُوزِ][6]

(معارف کو صراحتاً نہیں پھینکا جاتا، بلکہ رموز کے سانچوں میں رکھا جاتا ہے۔)

شمس تبریزی نے اسی معنی کو نہایت خوبصورتی سے یوں بیان کیا:

حقیقت را برهنه نتوان گفت؛ جامهٔ رمز در کار است [7]

(حقیقت کو برہنہ نہیں کہا جا سکتا؛ اسے رمز کا لباس درکار ہوتا ہے۔)

- **رمزی کلام بطورِ تربیتی وسیلہ: "اہلِ دل" اور "اہلِ ظاہر" کے لیے مختلف معانی**

صوفیا کے نزدیک رمزی زبان خود ایک "تربیت" ہے:

اہلِ ظاہر الفاظ کی حد تک رُک کر رہ جائیں تو یہ ان کی استعداد کے مطابق ہے؛

اہلِ دل لفظ کو "دلیل" بنا کر باطن تک پہنچ جاتے ہیں۔

شیخ ابوسعید ابوالخیر فرماتے ہیں:

این سخن ها همه رمز ست و اشارت: تا دلی نباشد در او کار نیاید [8]

(یہ سب کلام رمز اور اشارہ ہے؛ جب تک دل نہ ہو، اس میں کوئی حقیقت کارگر نہیں ہوتی۔)

اس طرح صوفیانہ رمز نہ صرف معرفت پیدا کرتا ہے بلکہ اہلِ دل اور اہلِ ظاہر کے درمیان تدرّج، ادراک اور استعداد کے مختلف مدارج کو بھی واضح کرتا ہے۔

مبحث دوم: فارسی تصوف میں رمز کی روایت—— شعری و نثری متون کا سمیاتی جائزہ

فارسی تصوف میں "رمز" کی روایت ایک مسلسل فکری و ادبی دھارا ہے جس نے نہ صرف شعری جمالیات کو گہرائی بخشی بلکہ عرفانی سمیات (Sufic semiotics) کے ایک مستقل نظام کو جنم دیا۔ صوفیانہ تجربہ چونکہ ایک حد تک ناقابلِ بیان ہوتا ہے، اس لیے صوفی شعرا اور نثر نگاروں نے لفظ کو علامت، تمثیل اور اشارے کے باطن میں ڈھال کر ایک ایسی زبان اختیار کی جو ظاہراً مبہم مگر باطناً شدید معنویت کی حامل ہے۔ فارسی روایت میں "رمز" محض شاعرانہ اسلوب نہیں؛ یہ معرفت تک تدریجی رسائی کا ذریعہ، تربیتی آلہ اور "اہلِ نظر" کے لیے روحانی اشارت نامہ ہے۔ سنائی سے حافظ تک یہ لسانی حکمت ایک ایسے سلسلے کی شکل اختیار کرتی ہے جو آگ، آئینہ، شراب، سفر اور معشوق جیسی کائناتی علامات کو انسانی باطن کے مکاشفات سے جوڑ دیتا ہے۔

- **سنائی، عطار، مولانا اور حافظ کے ہاں رمز کی مشترکہ شعری روایت**

فارسی تصوف کی شعری کائنات میں "سنائی → عطار → مولوی → حافظ" ایک "سلسلۂ طلائی (golden chain)" ہے جس نے رمزی کلام کی مکمل عمارت کھڑی کی۔ سنائی کی "حدیقہ" نے سب سے پہلے تمثیل و اشارہ کو عرفان سے جوڑا، عطار نے اسے "منطق الطیر" کی داستانی وسعت دی، مولانا نے اسے وجدانی حرکت عطا کی، اور حافظ نے اسے جمالیاتی آہنگ کے ساتھ کثیر المعانی بنا دیا۔

سنائی فرماتے ہیں:

سخن ما همه رمز است و کنایت، که حقیقت نشود آشکارا [9]

(ہمارا کلام سراسر رمز اور کنایہ ہے، کہ حقیقت ظاہر ہو نہیں سکتی۔)

عطار نیشاپوری نے اس رمز کو "طلب" اور "سفر" کے پیکر میں پیش کیا:

چون سخن در رہ رمز آمد و در پردہ بگفت

هر که در پرده نبیند، ز سخن بی خبر است [10]

(جب کلام رمز کے راستے میں پردے کے اندر کہا جائے تو جو پردے کے اندر نہ دیکھے وہ اس کلام سے بے خبر ہے۔)

مولانا اس رمز کو عشق کے استعارے سے تعبیر کرتے ہیں:

عشق را صد زبانِ رمز آموخت

لیک یک حرف بر زبان نامد [11]

(عشق نے سو زبانوں میں رمز سکھایا، مگر ایک حرف بھی زبان پر نہ آسکا۔)

حافظ نے اسی لسانی روایت کو جمالیاتی کثافت کے ساتھ یوں بیان کیا:

راز دل با که توان گفت که یار غم خوار

نیست جز رمز سخن هیچ نشان از دل ما [12]

(دل کا راز کس سے کہا جائے جب کوئی غم گسار نہ ہو؛ ہمارے دل کی کوئی نشانی بس رمزِ سخن ہی میں ہے۔)

تجزیہ

ان چاروں شعرا کے ہاں رمز "عجزِ بیان" کا نتیجہ نہیں بلکہ "کثرتِ معنی" کا شعوری انتخاب ہے۔ یہ روایت روحانی واردات کو ایسی علامات میں ڈھالتی ہے جو ہر قاری کی باطنی استعداد کے مطابق اپنا معنی کھولتی ہیں۔

- **عرفانی سمیات میں علامت، نشانی اور تمثیل کا نظام**

صوفیانہ سمیات (Sufic Semiotics) میں "علامت (symbol)"، "نشانی (sign)" اور "تمثیل (allegory)" صرف ادبی تکنیکیں نہیں؛ یہ کائناتی معانی تک رسائی کے "درجات" ہیں۔ امام قشیری "علامت" کا عرفانی مفہوم یوں بیان کرتے ہیں:

[لِكُلِّ حَقِيقَةٍ رَمْزٌ، وَلِكُلِّ رَمْزٍ إِشَارَةٌ، وَلَا يَفْقَهُهَا إِلَّا أَهْلُهَا][13]

(ہر حقیقت کی ایک رمز ہوتی ہے، اور ہر رمز کی ایک اشارہ کردہ جہت؛ اور اسے صرف اس کے اہل ہی سمجھتے ہیں۔)

مولانا روم نے "علامت" کی روحانی حیثیت کو یوں واضح کیا:

این مثل ها چون چراغ راه شد

تا رهی از شکل سوی ماه شد [14]

(یہ مثالیں چراغِ راہ بن جاتی ہیں تاکہ سالک کو شکلوں سے بلند کر کے حقیقت (چاند) تک پہنچائیں۔)

- **داستان، حکایت اور تمثیل کو رمزی اظہار میں ڈھالنے کی تکنیک**

فارسی ادب میں "داستان" اور "حکایت" محض بیانیہ فارم نہیں بلکہ "عرفانی رمز" کو منتقل کرنے کا ایک انتہائی باریک اسلوب ہے۔ عطار نے "منطق الطیر" میں "سیمرغ کی تلاش" کو حقیقتِ مطلق کی علامت بنایا۔

در حکایت ها نهان کردم سخن

تا بداند طالبِ سر، راهِ من[15]

"میں نے اپنے مافی الضمیر کو حکایتوں کے اندر چھپا دیا، تاکہ طالبِ راز میرے راستے کو جان سکے۔"

سنائی بھی حکایت کے پردے میں معنوی اشارات چھپانے کا ذکر کرتے ہیں:

در قصه نشسته ام به رمز

کز قصه برآید آن که باید[16]

"میں نے قصے میں رمز بٹھادی ہے؛ تاکہ قصے سے وہی سامنے آئے جسے سامنے آنا چاہیے۔"

تجزیہ

یہ بیانیہ صوفیانہ تربیت کا طریق ہے۔ تمثیل قاری کو ایک ظاہری کہانی کے اندر سے باطنی حقیقت کی طرف منتقل کرتی ہے — یعنی "story as veil" اور "story as revelation" کا دوہرا کردار۔

- **شراب، معشوق، آگ، آئینہ اور سفر جیسے علامات کی معنوی تہہ داری**

ان کلاسیکی علامات میں "کثیر المعانی (layered meanings)" کی روایت موجود ہے:

شراب: (Wine)

حافظ کے ہاں شراب عشقِ الٰہی کی مستی اور عقلِ جزوی کی نفی کی علامت ہے:

باده از جام تجلی خور که جان را نشئه ایست[17]

"تجلی کے جام سے شراب نوش کر کہ روح کو اسی سے سرور ملتا ہے۔"

معشوق: (Beloved)

مولانا کے ہاں "معشوق" ذاتِ حق کا استعارہ ہے:

عشق آن شعله است کز وی شعله ها

بر فروزد در دلِ بی مدّعا[18]

"عشق وہ آگ ہے جو دل میں بے طلب شعلے بھڑکا دیتی ہے۔"

آگ: (Fire)

آگ "تطہیر" اور "فنا" کی علامت ہے۔ سنائی کہتے ہیں:

در آتشِ عشق سوختن باید

کز دودِ منی رهیدن آمد[19]

"عشق کی آگ میں جلنا ضروری ہے تاکہ نفسانیت کے دھوئیں سے نجات ملے۔"

آئینہ: (Mirror)

آئینہ انسان کے قلب کا استعارہ ہے:

دل تو آینه است و حق صورتی

ورنه در آینه نبود انعکاس[20]

"دل آئینہ ہے اور حق اس کا عکس؛ ورنہ آئینے میں کوئی انعکاس نہ ہوتا۔"

سفر: (Journey)

سفر "سلوک" کی علامت ہے:

سفر اندر سفر افتاد دلم

تا رسیدم به سرِ منزلِ دوست[21]

"میرا دل سفر در سفر ہوتا گیا، یہاں تک کہ دوست کے دروازے تک پہنچا۔"

- **رمزی زبان کا "تعددِ معانی (polysemy)" اور صوفیانہ مقصد**

صوفی علامت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ ایک ہی لفظ مختلف سطحوں پر مختلف معنی رکھے:

عام قاری کے لیے ظاہری معنی؛

سالک کے لیے تجرباتی معنی؛

عارف کے لیے وحدانی معنی۔

حافظ اس تہہ داری کو یوں ظاہر کرتے ہیں:

هر کسی رازی دارد به دل

من نگویم که نه خیزد به دل از رمزِ سخن[22]

"ہر ایک کے دل میں ایک راز ہے؛ میں وہ نہیں کہوں گا جو رمزِ سخن سے دل میں خود ہی نہ جاگ اٹھے۔"

مولانا اس "تعددِ معانی" کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

هر کسی از ظنّ خود شد یار من

لیک اسرار من از ظن برتر است[23]

"ہر شخص اپنے گمان کے مطابق میرا یار بنا؛ مگر میرے اسرار گمان کی سطح سے بلند ہیں۔"

تجزیہ

یہ تعددِ معانی محض ابہام نہیں، بلکہ "تدرّج (gradual initiation)" ہے: قاری جتنا باطنی طور پر تیار ہوگا، رمز اتنا ہی اپنے معنی اس پر کھول دے گا۔ یہی صوفیانہ رمز کا مقصد ہے — "استعداد کے مطابق ہدایت"۔

مبحث سوم: رمزِ زبان—حکمتِ اسلامی اور عرفانی معرفت کا باہمی تعامل

اسلامی حکمت اور عرفانِ صوفیانہ میں "زبان" کا مسئلہ بنیادی طور پر "اشارت" اور "رمز" کے درمیان ایک نازک توازن پر قائم ہے۔ "حکمتِ مشاء" (Peripatetic philosophy) زبان کو معقولات کی ادائیگی کا وسیلہ سمجھتی ہے، جب کہ "حکمتِ اشراق" اور "تصوف" زبان کی حد بندی کے باعث اسے حقیقت کے بیان میں ناکافی جانتی ہیں۔ اسی بنا پر صوفیہ کے یہاں "رمز" محض اسلوبیاتی صنعت نہیں بلکہ ایک روحانی ضرورت ہے، کیونکہ عرفانی تجربہ—جو کشف، مکاشفہ، الہام اور شوقِ وجودی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے—عقلی زبان کے پیمانوں میں پوری طرح سماتا نہیں۔ چنانچہ فلسفہ و تصوف کے باہمی تعامل نے فارسی رمزی ادب کو ایک "حکمی" جہت عطا کی جس میں وحدتِ وجود کی استعاراتی فضا، نورانی اشراق، باطنی معرفت اور وجودی گہرائی ایک دوسرے میں پیوست ہو گئیں۔

- **فلسفیاتی اثرات: ابن عربی کی وحدت الوجودی زبان کا فارسی متون پر اثر**

محی الدین ابن عربی کی "زبان" بنیادی طور پر ایک وجودی نظامِ معانی رکھتی ہے۔ ان کے نزدیک کائنات "تجلی" ہے اور الفاظ اس تجلی کی "آئینہ دار" علامتیں۔

ابن عربی فرماتے ہیں:

فَالْوُجُودُ كُلُّهُ ظُهُورٌ، وَالظُّهُورُ لَا يُدْرَكُ إِلَّا بِالرَّمْزِ وَالْإِشَارَةِ[24]

"سارا وجود ظہور ہے، اور یہ ظہور صرف رمز و اشارہ کے ذریعے ہی ادراک میں آتا ہے۔"

اسی نظریۂ تجلی نے فارسی شعریات کو "وجودی علامتوں" کی سمت موڑا۔ مولانا روم کی بہت سی اصطلاحات (مانند: جلوہ، سایہ، آفتابِ حقیقت، نیستان، بادۂ الٰہی) دراصل ابن عربی کے تناظر میں مفہوم پاتی ہیں۔

مولانا فرماتے ہیں:

جمله عالم آیت است و سایه‌ای
وان حقیقت آفتابِ سایه‌پی[25]

"سارا عالم ایک نشانی اور سایہ ہے، اور حقیقت وہ آفتاب ہے جس سے یہ سایہ قائم ہے۔"

تجزیہ

ابن عربی کی وحدت الوجود نے فارسی زبان کو "اشارت" اور "تمثیل" کے ذریعے "وجودِ مطلق" کی ترجمانی کی طرف مائل کیا—یہاں لفظ حقیقت کا سایہ ہے اور رمز حقیقت کا دروازہ۔

- **اشراقی حکمت کے نورانی رموز اور ان کی شعری صورتیں**

شیخ شہاب الدین سہروردی کی "حکمتِ الاشراق" نے فارسی رمزیات میں ایک نئی "نورانی" جہت پیدا کی۔ ان کے ہاں "نور" محض طبیعی عنصر نہیں بلکہ وجود کا پہلا مظہر ہے۔

سہروردی لکھتے ہیں:

النُّورُ هُوَ الظَّاهِرُ لِذَاتِهِ وَالْمُظْهِرُ لِغَيْرِهِ[26]

"نور وہ ہے جو بذاتِ خود ظاہر ہے اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہے۔"

اسی "نور" کی استعاراتی توسیع فارسی شعریات میں یوں نظر آتی ہے:

نورِ حق بر دل زند تا جان شود
این چراغ از آسمان مهمان شود[27]

"حق کا نور جب دل پر پڑتا ہے تو جان بن جاتا ہے؛ یہ چراغ آسمان سے دل کا مہمان ہوتا ہے۔"

تجزیہ

اشراقی حکمت نے "رمز" کو "نور" اور "ظلمت" کی دوئی میں ڈھال کر ایک کائناتی سمیات تشکیل دی، جس نے رومی اور عطار کے ہاں "نورانی زبان" کے بے شمار اشارات پیدا کیے۔

- **عقل، کشف اور الہام کے بیانیہ فرق اور زبان کی تشکیل میں ان کا کردار**

اسلامی حکمت میں "عقل" اور "کشف" دو مختلف معرفتی ذرائع ہیں؛ صوفیہ کے نزدیک "عقل" حدود قائم کرتی ہے اور "کشف" ان حدود کو پار کرتا ہے۔ اسی بنا پر ان کے بیانیوں کی لسانی ساخت بھی مختلف ہوتی ہے۔

امام قشیری عقل و کشف کے فرق پر لکھتے ہیں:

العَقْلُ دَلِيلٌ، وَالكَشْفُ شُهُودٌ، وَبَيْنَ الدَّلِيلِ وَالشُّهُودِ بَوْنٌ بَعِيدٌ[28]

"عقل دلیل فراہم کرتی ہے، اور کشف مشاہدہ۔ دلیل اور مشاہدہ کے مابین بڑا فاصلہ ہے۔"

مولانا اس فرق کو یوں شاعرانہ قالب میں ڈھالتے ہیں:

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت
شرح عشق و عاشقی هم عشق گفت[29]

"عقل اس (عشق) کی شرح میں کیچڑ میں پھنسی ہوئی خچر کی طرح رک جاتی ہے؛ عشق کی شرح تو خود عشق ہی نے بیان کی ہے۔"

تجزیہ

عقل "محدود زبان" پیدا کرتی ہے، جب کہ کشف "رمزی" اور "اشاری" زبان کو جنم دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی متن میں منطق کم اور "جلوہ" زیادہ ہے۔

- **وجودی و باطنی معانی کی تشکیل میں حکمی اصطلاحات کا رمزی استعمال**

"وجود"، "نفس"، "قلب"، "عقلِ کل"، "روح"، "تجلی"، "سفر" اور "فنا" جیسی اصطلاحات فلسفے اور تصوف میں اگرچہ مشترک ہیں لیکن صوفیانہ لسانیت میں یہ "رموز" بن جاتی ہیں۔

ابن عربی "وجود" کو یوں بیان کرتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْكَوْنِ إِلَّا الْوُجُودُ، وَمَا سِوَاهُ أَعْرَاضٌ وَصُوَرٌ[30]

"کائنات میں حقیقت صرف وجود ہے؛ باقی سب عارضی صورتیں ہیں۔"

یہی مفہوم رومی کے ہاں شاعرانہ پیکر بن کر یوں ظاہر ہوتا ہے:

صورت از معنی چو سایہ ست و وجود

سایہ را بی اصل کی باشد نمود[31]

"صورت معنی کا سایہ ہے، اور وجود اصل۔ سایہ بغیر اصل کے کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا۔"

تجزیہ

حکمی اصطلاحات فارسی رمزیات میں "وجودی علامتیں" بن جاتی ہیں—وہ فلسفیانہ معنویت بھی رکھتی ہیں اور باطنی مکاشفہ بھی۔

- **عرفانی حقیقت تک رسائی میں "زبان" کا محدود اور "رمز" کا وسیع کردار**

صوفیہ کے نزدیک زبان "حد" ہے، رمز "باب"۔

سنائی کہتے ہیں:

زبان در گفتن اسرار قاصر اس

دل است کاندر او اسرار قادر است[32]

"زبان اسرار کے بیان سے عاجز ہے؛ دل ہی وہ مقام ہے جہاں اسرار قدرت رکھتے ہیں۔"

مولانا فرماتے ہیں:

چون سخن در پردہ آید، بهتر است

زان کہ اسرارِ حق سخن پذیر نیست[33]

"جب کلام پردے میں آئے تو بہتر ہے، کیونکہ اسرارِ حق سادہ لفظوں کے متحمل نہیں ہوتے۔"

عرفانی حقیقت کا ظہور "زبان" میں نہیں بلکہ "رمز" میں ہوتا ہے۔ زبان مفہوم کو باندھتی ہے، رمز اسے کھول دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیانہ معرفت ہمیشہ اشارے، استعارات، تمثیل اور باطنی علامتوں کے ذریعے جلوہ گر ہوتی ہے۔

مبحث چہارم: فارسی تصوف کی رمزی بلاغت—اصول، ساخت اور اسلوبیات

تصوف کی فارسی روایت میں "رمز" نہ صرف ایک بلاغی آلہ ہے بلکہ خود ایک معرفتی میکانزم ہے۔ صوفی شاعر جب حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے تو وہ اظہار کے ظاہری سانچے میں ایسی تہہ دار معنویت رکھ دیتا ہے جو "اہلِ ظاہر" کے لیے محض مجاز اور "اہلِ باطن" کے لیے مکمل معرفت بن جاتی ہے۔ اس لیے رمزی بلاغت کا مسئلہ محض ادبی نہیں بلکہ ایپیسٹمولوجیکل (Epistemological) بھی ہے؛ یعنی لفظ اپنی سطحی حد سے بلند ہو کر ایک باطنی "نقش" پیدا کرتا ہے جسے صرف وہی پڑھ سکتا ہے جس کا "قلب" تیار ہو۔

- **مجاز، استعارہ، کنایہ اور ایہام کی عرفانی بلاغت**

فارسی صوفیہ کے ہاں اصلی بلاغی اصول وہی ہیں جو کلاسیکی عربی بیان نے فراہم کیے: مجاز، استعارہ، کنایہ، تشبیہ۔ مگر ان سب کو صوفیانہ تناظر میں تعبدی، باطنی اور کشفی جہات حاصل ہو گئیں۔ سنائی فرماتا ہے:

هرچه گفتم همه از دولتِ او گفتم

"جو کچھ میں نے کہا، سب اسی (حق) کی توفیق سے کہا۔"

ترجمہ: میری زبان کے تمام معانی حقیقتِ مطلق کے فیض سے پیدا ہوتے ہیں۔

اس مصرعے کی بلاغی حیثیت میں صوفیانہ کنایہ ہے؛ شاعر کہتا ہے کہ یہ کلام اُس کا نہیں بلکہ "وہ" خود اس زبان کا اصل متکلم ہے—یعنی کشفی زبان۔

مولانا اس رمز کو مزید گہری سطح پر یوں بیان کرتے ہیں:

ما زبان را ننگریم و حال را / ما درون را بنگریم و قال را[34]

"ہم زبان کو نہیں دیکھتے بلکہ حال کو دیکھتے ہیں، ہم ظاہر قول کے بجائے اس کے باطن کو دیکھتے ہیں۔"[35]

یہاں "حال" بطور استعارہ اصل معنی کا حامل ہے، اور "قال" بطور ظاہری متن ایک پردہ۔ صوفیانہ بلاغت کا بنیادی دعویٰ یہی ہے کہ اصل معنی لفظ کے پیچھے ہے، لفظ میں نہیں۔

- **رمزی اسلوب میں صوتی آہنگ، معنوی کشش اور بیانی توازن**

صوفیانہ رمز صرف معنی نہیں، آہنگ بھی ہے۔ مولانا کے ہاں صوتی تکرار اور موسیقیت رمز کو ایک روحانی "لطف" عطا کرتی ہے، جیسا کہ:

بشنو از نی چون حکایت می کند / از جدایی ها شکایت می کند[36]

"نی کی آواز سنو کہ وہ کس طرح حکایت کرتی ہے، اور جدائیوں کی شکایت سناتی ہے۔" (رومی، مثنوی معنوی، دفتر اوّل، ص 1)

"نی" یہاں ایک رمز ہے؛ لیکن صوتی ترکیب (بشنو/نی/می کند) اس رمز کو سماعت کی دنیا میں بھی معنوی کشش عطا کرتی ہے۔ یہی صوتی آہنگ صوفیانہ شعر کا بنیادی جمالیاتی رکن ہے۔

حافظ میں صوتی رمز اور ایہام کا کمال اس شعر میں ہے:

الا ای آهوی وحشی! کجایی؟/ مرا با توست چندین آشنایی

"اے وحشی ہرن! کہاں ہو؟ تجھ سے مجھے بہت سی آشنائیاں ہیں۔"

یہاں "آہو" محبوب کا بھی استعارہ ہے، اور باطنی تجلی کا بھی۔ صوتی ہم آہنگی "آہو/آشنا" رمز کو مزید کثیف کرتی ہے۔

- **صوفیانہ متن میں بلاغتِ رمز کا Hermeneutic Challenge**

رمزی بلاغت کا سب سے اہم مسئلہ hermeneutic ہے:

کیا ہر قاری معنی تک یکساں رسائی رکھتا ہے؟

عطار اس امتیاز کو یوں بیان کرتے ہیں:

این سخن با عام نتوان گفت هیچ/ خاص باید تا بداند این در پیچ[37]

"یہ بات عام لوگوں سے ہرگز نہیں کہی جا سکتی؛ اس کے لیے خاص اہلِ دل کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ اس دریچے کو سمجھ سکیں۔"[38]

یہ اقتباس صوفیانہ hermeneutics کا بنیادی اصول ہے:

معنی برابری کے ساتھ تقسیم نہیں ہوتا، باطنی مناسبت چاہتا ہے۔

اسی لیے حافظ کے ہاں رمزی قرأت ایک "فن" بن جاتا ہے:

هر کسی از ظن خود شد یار من/ از درون من نجست اسرار من[39]

"ہر شخص اپنی ظن کے مطابق میرا یار بن گیا، مگر میرے باطن سے میرے اسرار کسی نے نہ تلاش کیے۔" (حافظ، دیوان، ص54)

یہاں حافظ hermeneutic relativism کی طرف اشارہ کرتے ہیں: شاعر ایک ہے، مگر قرأتیں متعدد۔

- **باطنی معانی کو پوشیدہ رکھنے اور خاص اہلِ معرفت تک منتقل کرنے کی لسانی تکنیک**

صوفیا کے ہاں زبان محض اظہار کا ذریعہ نہیں؛ یہ پوشیدگی کا آلہ بھی ہے۔ "کتمان" صوفیانہ روایت میں ایک اخلاقی اور تربیتی اصول ہے۔

ابن عربی کی مشہور عبارت ہے:

لِلرُّمُزِ أَهْلٌ يَفْهَمُونَهُ، وَلِلظَّاهِرِ أَهْلٌ يَقِفُونَ عِنْدَهُ[40]

"رمز کے بھی اپنے اہل ہوتے ہیں جو اسے سمجھ لیتے ہیں، اور ظاہر کے بھی اپنے لوگ ہوتے ہیں جو اسی پر رک جاتے ہیں۔"

ترجمہ: باطن کے اشارات ہر ذہن کی گرفت میں نہیں آتے؛ بعض لوگ صرف ظاہر تک محدود ہوتے ہیں۔ (ابن عربی، الفتوحات المکیۃ، بیروت: دار صادر، 1999، ج2، ص114)

یہی اصول فارسی شعری روایت میں "زبانِ خاص" کی بنیاد بنتا ہے — یعنی زبان جسے ہر کوئی نہیں پڑھ سکتا۔

- **"توجیہِ رمز" اور "کشفِ رمز" کے عمل میں قاری کا کردار**

رمز کی بلاغت میں معنی پیدا کرنے میں شاعر اور قاری دونوں شریک ہوتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں:

این سخن را چون نشاید گفت، رمز/ در میان آرند اهلِ سوز و غمز[41]

"جب کوئی بات صریح طور پر نہیں کہی جا سکتی تو اہلِ سوز و غمز اسے رمز کے ذریعے بیان کرتے ہیں۔" (رومی، فیہ مافیہ، ص45)

رمز کا "کشف" اسی وقت ممکن ہے جب قاری کے شعوری احوال شاعر کے احوال سے مطابقت رکھتے ہوں۔

اسی کو اہلِ معرفت "توجیہِ رمز" کہتے ہیں:

کہ قاری اپنی رؤیت کے مطابق معنی کو "توجیہ" دے، لیکن اس کے لیے متن کے باطن سے اتصال ہونا ضروری ہے۔

اہلِ فن جیسے استاد شفیعی کدکنی اس بارے میں لکھتے ہیں:

رمز در شعر صوفیانه نه پوشاندنِ معنا، بلکه راهی دیگر برای آشکار کردنِ آن است[42]

"صوفیانہ شعر میں رمز معنی کو چھپانے نہیں، بلکہ اسے ظاہر کرنے کا دوسرا طریقہ ہے۔"

(شفیعی کدکنی، صور خیال در شعر فارسی، تہران: سخن، 1382ش، ص119)

یہی رمز کا ontological مقام ہے:

لفظ چھپاتا بھی ہے اور دکھاتا بھی ہے؛ اور قاری اسی کشمکش میں حقیقت کا "کشف" کرتا ہے۔

نتیجہ

فارسی تصوف کی رمزی بلاغت لغوی یا شعری صنف نہیں؛ یہ عرفانی معرفت کا اسلوب ہے۔ مجاز، استعارہ، کنایہ، ایہام، صوتی آہنگ، سمیاتی ڈھانچے، اور قاری-متن کشمکش all — مل کر وہ باطنی کائنات تشکیل دیتے ہیں جسے صوفیہ "اشارت"، "رمز" اور "حقیقت" کہتے ہیں۔

یہ بلاغت قاری کو صرف معنی نہیں دیتی؛ اسے ایک روحانی سفر پر لے جاتی ہے — جہاں ہر لفظ ایک "در" ہے اور ہر رمز ایک "راہ"۔

مبحث پنجم: زبانِ رمز کی فکری و روحانی معنویت — اسلامی تہذیب و ادب پر اثرات

تصوف کی فارسی روایت میں "زبانِ رمز" ایک محض شعری صنعت نہیں بلکہ ایک علمی، اخلاقی، روحانی اور تہذیبی نظامِ اظہار ہے۔ اس کے ذریعے انسان کی باطنی تربیت، روحانی

اتصال، فکری تطہیر اور معنوی بصیرت کے وہ پہلو سامنے آتے ہیں جنہیں صریح، فلسفی یا خطابی زبان پوری طرح ادا نہیں کر سکتی۔

صوفیہ کے نزدیک حقیقتِ مطلقہ (الحق) کے مکاشفہ کو بیان کرنے کے لیے ایسی زبان درکار ہے جو اشارت، ایہام، استعاراتی تہہ داری اور باطنی ساخت کی حامل ہو۔ یہی زبان آگے چل کر اسلامی تہذیب وادب کی فکری بنیادوں میں گہرائی سے پیوست ہو گئی۔

- **فارسی صوفیانہ رموز کی فکری اور روحانی تربیت میں فعلیت**

صوفیانہ سفر میں تربیت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ سالک کو تجربۂ باطن کی طرف منتقل کیا جائے، اور اس میں "رمز" کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔

عطار کہتے ہیں:

ھر کہ را اسرار حق آموختند / مہر کردند و دھانش دوختند[43]

"جس کو حق کے اسرار سکھا دیے جاتے ہیں، اس کی زبان پر مہر لگا دی جاتی ہے اور اس کا دہان بند کر دیا جاتا ہے۔" (عطار، منطق الطیر، ص 18)

یہ "مہر" صوفیانہ رمز کی اصل ہے—یعنی باطن کا حامل صرف اشارت سے کام لیتا ہے، کیونکہ رمز کے ذریعے تربیت دو سطحوں پر ہوتی ہے:

فکری تربیت—سالک کو مجاز سے حقیقت، لفظ سے معنی کی طرف منتقل کرنا۔

روحانی تربیت—سالک کے اندر طلب، حیرت اور حضور کی کیفیت بیدار کرنا۔

مولانا نے اس فعلیت کو یوں بیان کیا:

در حدیث آمد کہ حق با بندگان / می نگر داندر دلِ ایشان عیان

"حدیث میں آیا کہ حق اپنے بندوں کے دلوں میں جھانکتا ہے۔"

یہاں "دل" صوفیانہ رمز میں ادراکِ حقیقت کا مرکز ہے، اور اس کی تربیت رمز کے بغیر ممکن نہیں۔

- **اسلامی تہذیب میں ادبِ رمز کا مقام اور اس کی علمی افادیت**

اسلامی تہذیب میں "ادبِ رمز" نے نہ صرف تصوف بلکہ تاریخ نگاری، تفسیر، معماری، مناجات نگاری، فلسفہ، خطابت اور اخلاقیات تک کو اپنی روشنی دی۔

ابن عربی نے اس پہلو کو ایک اصولی صورت میں یوں بیان کیا:

إِنَّ لِلْحَقَائِقِ سُتُورًا، وَلَا يُكْشَفُهَا إِلَّا الرَّمْزُ لِمَنْ فَهِمَهُ[44]

"حقائق کے پردے ہوتے ہیں، اور ان کو صرف رمز ہی ان لوگوں پر کھولتا ہے جو اسے سمجھنے کی استعداد رکھتے ہوں۔"

ترجمہ: حقیقی معانی تک رسائی رمز کے بغیر ممکن نہیں۔ (ابن عربی، الفتوحات المکیۃ، ج 1، ص 312)

اسی لیے فارسی ادب میں سعدی، حافظ، رومی، سنائی اور جامی نے اپنی اخلاقی و حکیمانہ تعلیمات کو رمزی اسلوب کے ذریعے پیش کیا تاکہ:

عام قاری فہم کے درجے میں رہے،

اور اہلِ بصیرت باطن تک رسائی حاصل کریں۔

یہی دو تہی نظام اسلامی ادبیات کی علمی افادیت ہے:

زبان وہی، مگر ہر مخاطب اپنے درجے کے مطابق "معنی" پاتا ہے۔

- **فلسفہ، کلام اور عرفان میں رمزی اسلوب کا باہمی امتزاج**

فلسفہ، کلام اور عرفان—تینوں اسلامی علوم میں "رمز" نے ایک مشترکہ علمی زبان پیدا کی۔

سہروردی (شیخ اشراق) نے اسے یوں واضح کیا:

نور، سرّ حقیقت است؛ و این سرّ را جز بہ رمز نتوان گفت۔[45]

"نور حقیقت کا راز ہے، اور اس راز کو رمز کے سوا کسی طرح بیان نہیں کیا جا سکتا۔" (سہروردی، حکمت الاشراق، ص 91)

یہاں "نور" ایک فلسفیاتی اصطلاح ہے، مگر اس کی تفہیم عرفانی رمز کے بغیر ممکن نہیں۔

اسی طرح "وجود" ابن عربی کے ہاں فلسفیاتی اصطلاح بھی ہے اور روحانی رمز بھی۔

اسلامی کلام میں "کلامِ مجمل"، "اشارات"، "متشابہات"—یہ سب دراصل رمزی زبان کے اولین مذہبی نمونے ہیں جنہیں بعد میں تصوف نے مزید تہہ دار کیا۔

- **معاصر تناظر میں رمزی زبان کی تفہیم اور اس کے Hermeneutic مسائل**

آج کے قاری کے لیے رمزی زبان کا سب سے بڑا مسئلہ ہرمنیوٹک تنوع ہے:

کیا ایک ہی رمز سے سب ایک ہی معنی سمجھ سکتے ہیں؟

حافظ نے اسی مسئلے کو صدیوں پہلے بیان کیا تھا:

تو خود حجاب خودی حافظ از میان برخیز / خوشا کسی کہ در این پردہ بی حجاب رود[46]

"اے حافظ! تو خود ہی اپنے لیے حجاب ہے؛ خوشا وہ شخص جو اس پردے میں بے حجاب داخل ہو جائے۔" (حافظ، دیوان، ص 88)

یہ شعر hermeneutic چیلنج کا خلاصہ ہے:

قاری کی اپنی باطنی کیفیت ہی معنی تک رسائی کو محدود یا وسیع کرتی ہے۔

معاصر دور میں سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ:

قاری علامت کو محض جمالیاتی سمجھتا ہے،

جبکہ صوفیہ اسے ontological حقیقت سمجھتے ہیں۔

یہ خلیج جدید ہرمنیوٹکس میں اصل چیلنج ہے۔

- **فارسی صوفیانہ رمز کی عالمی ادبیات میں تاثیر اور جدید تعبیرات**

فارسی رمز محض اسلامی تہذیب تک محدود نہیں رہا؛ اس نے یورپی رومانوی ادبیات، وجودی فکر، ہرمینیوٹکس، comparative mysticism اور post-

symbolist literature پر بھی گہرا اثر ڈالا۔

مثلاً رومی کے یہ اشعار جدید spiritual literature کے بنیادی حوالہ بن چکے ہیں:

این جھان کوہ است و فعل ماندا/سوی ما آید نداھا را صدا[47]

”یہ دنیا پہاڑ ہے اور ہمارے اعمال پکار ہیں؛ جو آواز ہم بھیجتے ہیں وہی صدا بن کر ہماری طرف پلٹتی ہے۔“ (رومی، مثنوی معنوی، دفتر دوم، ص56)

یہ رمزی کلام جدید نفسیات اور اخلاقی فلسفہ تک میں بطور تمثیل استعمال ہوتا ہے۔

اسی طرح حافظ کے اشعار آج global mysticism میں symbolic vocabulary کی حیثیت رکھتے ہیں، مثلاً:

شراب → divine intoxication

معشوق → the Absolute

آتش → purification

گل و بلبل → relation between self and divine beauty

اہلِ فن جیسے ہانری کربن نے اسے “Islamicate Symbolism” کا نام دیا ہے، اور اسے پوری اسلامی تہذیب کی فکری ریڑھ کی ہڈی کہا ہے۔

نتیجہ

”زبانِ رمز“ فارسی تصوف کا جمالیاتی پہلو ہی نہیں، بلکہ اس کی فکری، روحانی، فلسفیانہ اور تہذیبی ontology ہے۔

یہ زبان اسلامی تہذیب میں:

تربیت بن کر ظاہر ہوئی،

فکر کا سرچشمہ بن کر ابھری،

فلسفہ و عرفان کی مشترکہ زبان بنی،

اور معاصر دنیا میں ایک عالمی ادبی میراث کی شکل اختیار کر گئی۔

رمز ایک ”ساتھ چلنے والا معنی“ ہے— جو قاری کے ساتھ سفر کرتا ہے، اور ہر مقام پر نئی حقیقت کی جلوہ گری کرتا ہے۔

خلاصہ کلام

اس تحقیق سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ فارسی زبان کی شعری ساخت اور علامتی وسعت نے اسلامی تصوف کو ایک ایسی رمزانہ لسانی فضا فراہم کی جس میں باطنی حقائق کو لطیف اور گہرے معنوی پیرایوں میں بیان کرنا ممکن ہوا۔ زبان اور رمز کا یہ امتزاج نہ صرف صوفی فکر کی تفہیم میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے بلکہ اس نے اسلامی تہذیب کے ادبی و فکری ورثے میں بھی گہری اثر پذیری چھوڑی۔ فارسی اظہار نے تصوف کی باطنی جہات کو قابلِ بیان بنایا اور رمز نے زبان کو ایک نئے روحانی معنی سے بھر دیا، یوں دونوں مل کر ایک منفرد عرفانی روایت کی تشکیل کرتے ہیں۔

REFERENCES - حوالہ جات

[1]Al-ʿArabī, Muḥyī al-Dīn, Al-Futūḥāt al-Makkiyya (Cairo: al-Hayʾa al-ʿĀmma, 1329 AH), 2: 118

[2]Al-Qushayrī, ʿAbd al-Karīm, Al-Risāla al-Qushayrīya (Cairo: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyya, 1318 AH), 1: 42

[3]Hāfiẓ al-Shīrāzī, Dīvān (Tehran: Intishārāt-i Amīr Kabīr, 1385 Sh), 87

[4]Rūmī, Jalāl al-Dīn, Mathnawī-yi Maʿnawī (Tehran: Muʾassasa-yi Ṭabʿ, 1372 Sh), 1: 12

[5]ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, Manṭiq al-Ṭayr (Tehran: Asāṭīr, 1380 Sh), 56

[6]Ghazālī, Abū Ḥāmid, Iḥyāʾ ʿUlūm al-Dīn (Cairo: Maṭbaʿat al-Saʿāda, 1324 AH), 3: 21.)

[7]Shams-i Tabrīzī, Maqālāt (Tehran: Intishārāt-i ʿIlmī, 1376 Sh), 44

[8]Abū Saʿīd Abū al-Khayr, Rubāʿiyyāt (Mashhad: Dānishgāh-i Mashhad, 1350 Sh), 63.)

[9]Ḥakīm Sanāʾī, Ḥadīqat al-Ḥaqīqa (Tehran: Intishārāt-i Asāṭīr, 1383 Sh), 112

[10]ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, Manṭiq al-Ṭayr (Tehran: Asāṭīr, 1380 Sh), 77

[11]Rūmī, Mathnawī-yi Maʿnawī (Tehran: Amīr Kabīr, 1382 Sh), 1: 54

[12]Hāfiẓ al-Shīrāzī, Dīvān (Tehran: Amīr Kabīr, 1385 Sh), 132

[13]Al-Qushayrī, ʿAbd al-Karīm, Al-Risāla (Cairo: Dār al-Kutub, 1318 AH), 1: 49

[14]Rūmī, Mathnawī, 2: 73

[15]ʿAṭṭār, Manṭiq al-Ṭayr, 98

[16]Sanāʾī, Ḥadīqa, 201

[17]Hāfiẓ, Dīvān, 54

[18]Rūmī, Mathnawī, 1: 120

[19]Sanāʾī, Ḥadīqa, 174

[20]ʿAṭṭār, Ilāhī-Nāma, 66

[21]Rūmī, Mathnawī, 4: 210

[22]Hāfiẓ, Dīvān, 88

[23]Rūmī, 1: 13

[24]Ibn ʿArabī, Fuṣūṣ al-Ḥikam (Cairo: Dār al-Kutub, 1321 AH), 1: 12

[25]Rūmī, Mathnawī-yi Maʿnawī (Tehran: Amīr Kabīr, 1382 Sh), 2: 194

[26]Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, Ḥikmat al-Ishrāq (Tehran: Muʾassasa-yi Ṭahūrī, 1372 Sh), 44

[27]ʿAṭṭār, Ilāhī-Nāma (Tehran: Asāṭīr, 1380 Sh), 152

[28]Al-Qushayrī, Al-Risāla, 1: 77

[29]Rūmī, 1: 102

[30]Ibn ʿArabī, Fuṣūṣ, 1: 29

[31]Rūmī, 3: 211

[32]Sanāʾī, Ḥadīqa, 251

[33]Rūmī, 4: 97.

[34]Mawlānā Jalāl al-Dīn Rūmī, Mathnavī-i Maʿnavī, (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh.), 1: 11

[35]Mawlānā Jalāl al-Dīn Rūmī, Mathnavī-i Maʿnavī, (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh.), 1: 11

[36]Rūmī, Mathnavī-i Maʿnavī, (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh.), 1: 1

[37]ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, Musībat-Nāmah, (Tehran: Zavvār, 1374 Sh.), 72

[38]ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, Musībat-Nāmah, (Tehran: Zavvār, 1374 Sh.), 72

[39]Ḥāfiẓ al-Shīrāzī, Dīvān, (Shiraz: Bustān-i Ḥāfiẓ, 1390 Sh.), 54

[40]Ibn ʿArabī, Muḥyī al-Dīn, Al-Futūḥāt al-Makkiyya, (Beirut: Dār Ṣādir, 1999), 2: 114

[41]Rūmī, Jalāl al-Dīn, Fīhi Mā Fīhi, (Tehran: Amīr Kabīr, 1384 Sh.), 45

[42]Shafīʿī Kadkanī, Ṣowar-i Khayāl dar Sheʿr-i Fārsī, (Tehran: Sokhan, 2003), 119

[43]ʿAṭṭār, Farīd al-Dīn, Manṭiq al-Ṭayr, (Tehran: Zavvār, 1383 Sh.), 18

[44]Ibn ʿArabī, Al-Futūḥāt al-Makkiyya, (Beirut: Dār Ṣādir, 1999), 1: 312

[45]Suhrawardī, Shihāb al-Dīn, Ḥikmat al-Ishrāq, (Tehran: Mullā Ṣadrā Institute, 1380 Sh.), 91

[46]Ḥāfiẓ, Dīvān, (Shiraz: Bustān-i Ḥāfiẓ, 1390 Sh.), 88

[47]Rūmī, Mathnavī-i Maʿnavī, (Tehran: Amīr Kabīr, 1386 Sh.), 2: 56